جمالِ کشمیر
شریف فرخ آبادی

جمالِ کشمیر

مصنّفہ

منشی بابو رام ایڈوکیٹ فرخ آباد (یو۔پی)

المتخلص بہ شریف

بار اول ۔ ۲۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۱۲؍

دیباچہ

معزز ناظریں ۔

مجھے چند مرتبہ کشمیر جانے کا اتفاق ہوا

جون سنہ ۱۹۴۱ میں جب میں کشمیر گیا تو دل میں خیال

پیدا ہوا کہ اکثر احباب نے مناظرِ کشمیر کے حالات شائع

کرنے کے واسطے اصرار کیا مگر میں اپنے پیشہ کی بعد

مصروفیت و عدیم الفرصتی سے معذور رہا ۔ چونکہ کچھ

عرصہ سے بسلسلہ خدمتِ علم و ادب شعر و سخن کا آغاز کر دیا

ہے ۔ اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ کشمیر کے حالات

نظم میں پیش کئے جاویں تاکہ اہلِ ذوق لطف اندوز ہوں

اور طلباء دار العلوم بھی مستفید ہوں چنانچہ اسکی

ترتیب شروع کر دی گئی ۔ شعر و سخن کے واسطے مجھے

ہفتہ میں صرف شنبہ کی شب کو گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے
کا وقت ملتا ہے اسی محدود وقت میں دو بند ہر شنبہ
کو لکھتا رہا اور کچھ وقت تعطیلات دسہرہ و دوالی میں
مل گیا اسطور پر شروع نومبر سنہ ۱۹۴۱ میں اسکی تکمیل ہوگئی
معزز سامعین نے مشاعروں میں اور دیگر مواقع پر سنکر
اسکی قدر افزائی کی۔ جملہ احباب و بالخصوص ہمارے
شہر کے مشہور شاعر منشی بھگوت نرائن صاحب
شائق و نیز اصحاب محترم جناب سر اقبال احمد صاحب
چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و جناب سر تیج بہادر
سپرو ایڈوکیٹ نے مشورہ دیا کہ یہہ نظم جلد از جلد
شائع ہونا چاہئے لہذا پیش خدمت ہے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

شریف

۶ر مارچ سنہ ۱۹۴۲ع

اے خداوندِ دو عالم سخن آموز دبیر

دستِ مشتاق اُٹھا آج بہ ذوقِ تحریر

چشمِ عالم کو دکھانا ہے جمالِ کشمیر

کھینچ کر صفحۂ قرطاس پہ رنگیں تصویر

بہرِ صورتگریٔ شاہدِ کہسار نژاد

کر عطا بندۂ ناچیز کو کلکِ بہزاد

کارِ دشوار یہ کلکِ دو زباں کرنا ہے
باطنِ شاہدِ مضموں کو عیاں کرنا ہے
شرحِ کیفیّتِ گلزارِ جناں کرنا ہے
بے زباں آنکھ نے دیکھا وہ بیاں کرنا ہے
گو ہے آغاز سے پُر پیچ یہ کُہسار کی راہ
رہروِ جادۂ الفت نہیں کرتے پرواہ

ہو کے سرگرمِ سفر از رہِ راولپنڈی
کوہ و صحرا کی بہارِ طرب افزا دیکھی

دیکھی مینائے فلک میں جو مئے کوہِ مری
ساغرِ چشم سے کی راہ میں صہبا نوشی

جذبۂ الفتِ صادق نے دکھایا یہ اثر
بارہ مولا سے ہوا راہ کا رنگِ دیگر

تصریح

راولپنڈی سے کشمیر جاتے ہوئے کوہ مری کی بلندی اور اسکے پُر فضا مناظر نظر آتے ہیں راستہ میں موٹر کا ایک اسٹیشن بھی سنی بنک (Sunny Bank) مری کہلاتا ہے ۔ مری کی شراب بہت مشہور ہے ۔ بارہ مولا مقام سے سرینگر دارالسلطنتِ کشمیر کا فاصلہ قریب ۳۴ میل ہے اور یہاں سے راستہ نہایت خوشگوار ہے ۔

رہبرِ گلشنِ کشمیر ہے بارہ مولا
نظر آتی ہے اسی جا سے نئی اک دنیا
وہ رہِ راست و ہموار رہِ صدق آسا
ہر دو جانب رہِ زیبا کے وہ دلکش سبزا
دیکھ کر جسکی فضا کیف یہ پیدا ہو جائے
چشمِ زاہد کو رہِ خلد کا دھوکا ہو جائے

تشریح

کشمیر جانے کے کئی راستے ہیں اونمیں سے چند راستے مختلف مقامات سے شروع ہوکر بارہ مولا پہ آکر مل جاتے ہیں۔

وہ سرِ راہ درختانِ سفیدہ کی قطار
جیسے نیت کئے صف بستہ نمازی تیار
پا بہ گلِ انکی بلندی سے ہیں سروِ گلزار
رو بہ گردوں ہے ہر اک شاخِ شجر لیل و نہار
بے زباں دل کو ہے احساسِ اسیری گویا
سوئے افلاک اٹھائے ہیں شجر دستِ دعا

تصریح

سفیدہ کا درخت ایک عجیب درخت ہے۔ انکی کوئی شاخ نیچے زمین کیطرف نہیں جھکتی ہے بلکہ ہر شاخ اوپر آسمان کیطرف اٹھی رہتی ہے۔ یعنی ہر زاویہ جو اس کی شاخ تنے سے ملکر اوپر کی طرف بناتی ہے وہ زاویہ حادہ (acute angle) ہی ہوتا ہے۔ اس درخت کی بلندی اور قد کی راستی نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

دامنِ کوہ میں ہیں چیڑ کے صدہا اشجار

جنکے اعجاز کا دم بھرتے ہیں سل کے بیمار

شاہدِ صنعتِ قدرت وہ درختانِ چنار

جن کا ہر برگ ہے تصویرِ کفِ دستِ نگار

سایہ گستر ہیں آزردۂ دوراں کے لئے

جسطرح دستِ کرم فرقِ یتیماں کے لئے

تشریح

چنار کے درخت کے پتّے کی شکل انسان کے ہاتھ

کے پنجے سے مشابہت رکھتی ہے ؛

پایۂ تخت ذرا دیکھ نگاہِ آزاد
پیکرِ حسن ہے گویا لبِ دریا آباد
خرمنِ صبر و شکیبائی نہ ہو کیوں برباد
پڑ گئی الفتِ کشمیر کی دل میں بنیاد
دیدۂ شوق ہے بیتاب نکل کر دیکھے
ہر طرف حسنِ خداداد کا منظر دیکھے

تشریح

کشمیر کا پایۂ تخت سری نگر دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہے ؎

گرمِ پرواز ہے مانندِ پری چشمِ بصیر
کہ ہوئی تختِ سلیماں کی ہوا دامن گیر

شکلِ خاتم ہے زمیں. ڈل ہے نگیں کی تصویر
جہلم آتا ہے نظر صورتِ سیمیں زنجیر

زیرِ کہسار ہے ہر سمت فضائے زیبا
زیبِ کہسار اک آئینۂ تاریخ نما

تصریح

سرینگر پہونچکر پیشتر ایک اونچی پہاڑی نظر آتی ہے جسکو تخت سلیمان کہتے ہیں اس کا نام شنکر اچاریہ بھی ہے یہ جگہ سطح زمین سے قریب ایکہزار فیٹ اونچی ہے جہاں سے وسیع ڈل جھیل چھوٹی سی نظر آتی ہے۔ اور دریائے جہلم کی شکل ایک چمکتی ہوئی زنجیر کیطرح معلوم ہوتی ہے پہاڑی کی چوٹی پر شنکر اچاریہ کا تاریخی مندر ہے جس کا آگے ذکر ہے۔

شنکر آچاریہ مندر وہ سرِ کوہِ بلند

تاج ہیں جیسے جڑا ہو گہرِ شاہ پسند

زلزلے دہر کے پہونچا نہ سکے اِسکو گزند

سحرِ الفت سے رہے شیخ و برہمن پابند

سیر کو آتے ہیں ہر مذہب و ملت والے

سر جھکاتے ہیں وہی ہیں جو عقیدت والے

تصریح

کشمیر کا شنکر اچاریہ مندر بھی اون مندروں میں سے ہے جو ہندوستان میں ساڑھے چار ہزار سال سے زائد ہوئے تعمیر کرائے گئے تھے۔ محمود غزنوی نے اس مندر کو توڑنے کا ارادہ کیا تھا مگر جب وہ پہاڑی پر پہونچی تو اُس نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ سکندر بت شکن نے بھی اس مندر کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ زین العابدین بادشاہ نے اسکی مرمت کرائی تھی۔ یہ مندر ہندو مسلم اتحاد کا زندہ یادگار ہے۔ موجودہ حکومت نے اسپر بجلی کی روشنی کا انتظام فرمادیا ہے ::

شہر کے قلب میں ہے مسجدِ شاہِ ہمداں

جس سے ہر دیدۂ مسلم میں ہے نورِ عرفاں

کہ درخشاں ہے ہر اک سمت کلامِ یزداں

خانۂ دل کو ضیا بخش چراغِ ایماں

دیکھنے آتے ہیں ہر قوم کے مردِ ممتاز

نظر آتے ہیں دو زانو جو ہیں شیدائی نماز

تشریح

یہ مسجد شاہ ہمدان ایرانی کی یادگار میں تعمیر ہوئی تھی جن کا کشمیر ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ شہر کے وسط میں دریائے جہلم کے کنارے تیسرا اور چوتھے پل کے درمیان واقع ہے۔ جسکی دیواروں پر قرآن شریف کی آیات تحریر ہیں اور عمارت صنعت چوبی سے مرقع ہے ؎

دیکھی ماہر مسکنِ کشتی کی بہارِ پُر فن

بام پر جسکے شگفتہ ہے لطافت کا چمن

جامئی نقلِ سکونت ہیں یہہ بے رنج و محن

جھیل پر ہیں کبھی دریا پہ یہہ آبی مسکن

ہفت اندام ہیں جہیلم کے جسرِ زیبا

جن سے ہی گرمئی بازارِ جمالِ دریا

تصریح

کشمیر میں کشتی کے مکانات (House - boats) ایک عجیب چیز ہیں۔ مکانات کی پوری آسائش اور زینت کے سامان ایمیں مہیا ہوتے ہیں ان کی چھت پر اکثر پھولوں کے گملے آرایش کے واسطے رکھے جاتے ہیں۔ یہ مکانات ایک جگہ سے دوسری جگہ بآسانی منتقل ہو سکتے ہیں۔ ڈل جھیل اور جہیلم دریا پر یہ مکانات بکثرت ملتے ہیں۔

جہیلم کے اوپر سات پل تعمیر ہیں اور دونوں کناروں پہ بازار ہے ؂

سینۂ آب پہ ہر سمت شکارے ہیں رواں

بہرِ دلبستگی و سیرِ حسینانِ جہاں

ہوتے ہیں عکس فگن ڈل میں جو روئے تاباں

زرد ہوتے ہیں کنول دیکھ کے حسنِ خوباں

رشکِ رنگینیٔ رخسار سے ہر صبح و مسا

عارضِ چرخ سے رنگِ شفق اڑتے دیکھا

تشریح

شکارے چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں جنہیں لوگ جھیل اور دریا کی سیر کیا کرتے ہیں خصوصاً صبح و شام کو شکاروں میں دور دور کے سیّاح اور تماشائی گھومتے نظر آتے ہیں۔

ڈل جھیل میں کنول کے پھول بکثرت پائے جاتے ہیں۔

جھیل پر تیرنے باغات ہیں پُر کیف و غریب
گھات ہیں جن کی رہا کرتی ہیں چشمانِ رقیب
حبذا دستِ مُزارع کی دل آرا ترتیب
منظرِ کشتِ سرِ آب بنایا یہہ عجیب
تخم ریزی ہیں ہر اس واسطے گندم سے حذر
دلِ محتاط کو ہے لغزشِ آدم سے خطر

تصریح

(۱) جھیل میں پانی کے اوپر کاشتکاران کھیت تیار کر دیتے ہیں۔ ایک قسم کی گھاس کو چٹائی کی طرح بنکر اوسپر مٹی جمائی جاتی ہے اور وہ کھیت پانی پر تیرتے رہتے ہیں جنمیں مختلف قسم کی ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں ان کھیتوں کو تیرتے باغات (Floating gardens) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ کھیت ایکدوسرے سے بندھے رہتے ہیں

اکثر لوگ ان کو بوقت شب کاٹ لیجا کر اپنے کھیتوں میں ملا لیتے ہیں جنپر نزاعات ہوتے ہیں۔

زینتِ شہر نکو فال ہیں ایوانِ شہی

جلوہ گر جن کی جبیں سے ہے ہمایوں بختی

کلف آزردہ رہا ماہ ضیا سے ان کی

عمر بھر مہر سے کی حسن کی دریوزہ گری

شکلِ آئینہ ہیں سنگِ درِ شاہی شفاف

جن میں آتی ہے نظر صورتِ عدل و انصاف

تصریح

ڈل جھیل کے قریب شاہی مکانات نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں۔ جن سے شہر کی زیبائش دوبالا ہو گئی ہے ان کی آب و تاب نہایت دلکش ہے۔

پڑتی ہے اب چمنِ چشمۂ شاہی پہ نظر
نیک محضر شہِ خورّم کا ہے جو شام و سحر
فصلِ گرما میں ہے یہہ راحتِ جانِ مضطر
تشنہ کاموں کے لئے باعثِ تسکینِ جگر
جب سے دیکھا یہ خنک روح فزا آبِ رواں
چھپ گیا پردۂ ظلمات میں آبِ حیواں

تصریح

چشمہ شاہی کا باغ بادشاہ شاہجہاں نے تیار کرایا تھا۔ اس چھوٹے سے خوشنما باغ میں ایک چشمہ جاری ہے جس کا پانی نہایت خوشگوار اور مفرّح ہے۔

آگیا باغِ نشاط آگئی اب جائے قرار
دیکھیں اہلِ نظر گلشنِ قدرت کی بہار

ایک جانب وہ مہادیو کا ذیشاں کہسار
دوسری سمت وہ ڈل جھیل کا سیمیں خسار

چار سُو وہ گلِ خوش رنگ نظر آتے ہیں
غنچہ ہائے دلِ پژمردہ کھلے جاتے ہیں

تصریح

نشاط باغ ملکہ نورجہاں کے بھائی آصف جاہ نے اپنی ہمشیرہ کی خاطر ترتیب دیا تھا۔ اسکے پورب جانب مہادیو نامی سرسبز بلند کہسار ہے اور پچھم کی طرف سڑک سے ملی ہوئی ڈل جھیل ہے۔ ہر یکشنبہ کو یہ باغ اور دیگر باغات عوام کی سیر کے واسطے کُھلے رہتے ہیں اور مختلف مقامات کو دیکھنے کے بعد اکثر لوگ نشاط باغ میں قیام پذیر ہو کر گھنٹوں لطف اندوز ہوتے ہیں۔

پرنیاں وار وہ گل دو ختہ ہر فرشِ گیاہ
کہ پھسلتا ہے دمِ سیرِ چمن پائے نگاہ
ہر لبِ غنچہ ہے مداحِ کفِ آصف جاہ
کیا بنائی ہے یہ پئے نورِ جہاں عشرت گاہ
آبشاروں سے سنا کرتے ہیں ابتک جزو و کل
شہنشہ شاہِ جہانگیر کی بانگِ قُلقُل

تصریح

نشاط باغ دس تختوں پر منقسم ہے۔ ایک تختہ سے دوسرے تختہ کے حوض میں بلندی سے چشمہ کا پانی گرتا ہے ایک تختہ پر شاہ جہانگیر کے زمانہ کی عمارت بنی ہوئی ہے اور اوسکے وسط میں ایک تختہ سنگی موجود ہے جس کے نیچے پانی کا چشمہ بہتا ہوا نکلتا ہے اور نیچے کے تختے کے حوض میں گرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی تخت پر بادشاہ رونق افروز ہو کر عیش و نشاط میں مصروف ہوتا تھا۔

کیا فسوں ساز تھا وہ لہجۂ طنزِ دلدار

بن گیا چشم زدن میں چمنِ شالامار

وسطِ گلشن میں وہ تعمیر ہوا قصرِ نگار

سنگِ موسیٰ کے ستوں کرتے ہیں اب تک گفتار

اس کے پہلو میں جہانگیر کا دل ہے پنہاں

جس سے آتی ہے صدا "نورجہاں نورجہاں"

تشریح

روایت ہے کہ نشاط باغ میں بیٹھے ہوئے شاہ جہانگیر اور نورجہاں بیگم میں کچھ گفتگو ہو رہی تھی اور یہی عیش و نشاط کی گفتگو کے دوران میں نورجہاں نے بادشاہ سے طنزاً کہہ دیا کہ وہ باغ اوسکے بھائی نے اوسکی خاطر بنوایا ہے۔ اسپر جہانگیر نے حکم دیدیا کہ ویسا ہی دوسرا باغ فوراً تیار کیا جائے۔ چنانچہ نشاط باغ سے قریب دو میل کے فاصلہ پر شالامار ترتیب دیا گیا۔

قصرِ زیبا کے وہ ہر سمت رواں چشمۂ آب
کھیلتے جسکی ہیں آغوش میں فوارۂ آب
دیکھکر رنگِ چراغاں وہ تہِ سینۂ آب
بنتے ہیں قوسِ قزح رقص کناں قطرۂ آب
دیدۂ شوق ہی روشن انہیں نظاروں سے
بے گماں حسن برستا ہے یہہ فوّاروں سے

تصریح

اس باغ میں چار تختہ ہیں جو نہایت وسیع اور خوشنما ہیں ایک تختہ سے دوسرے تختہ کے حوض میں چشمہ کا پانی گرتا ہے۔
مغلیہ دور میں پانی کے گرنے کی جگہ پہ ہر دو باغات یعنی نشاط باغ اور شالامار میں چراغ رکھنے کے واسطے طاق بنائے گئے ہیں۔ اب فواروں کے دائروں میں بجلی کے رنگیں بلب (BULBS) رکھے جاتے ہیں جو ہر یکشنبہ کی شام کو روشن کئے جاتے ہیں اور فواروں سے نکلتا ہوا پانی رنگین نظر آکر عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے۔

سبز بختی پہ نہ کیوں ناز کریں یہ گلزار

جن کے چشموں کو میسّر ہوئے پھولوں کے کنار

سیر ہو دیکھ کے کسطرح کوئی حسنِ بہار

دو تو آنکھیں ہیں فقط۔ پھول گلستاں میں ہزار

نظر آتے ہیں وہ رعنا چمنِ حسن کے گل

بھول جاتے ہیں جنھیں دیکھ کے نغمے بلبل

تصریح

نشاط باغ اور شالامار کے چشموں کے کناروں پر نہایت

خوبصورت پھولوں کی قطاریں ہیں۔

کیوں نہ ہوں روئے زمیں پر یہ چمن لاثانی
ذرہ ذرہ نظر آتا ہے ارم سامانی
صاف چشموں سے عیاں ہے، وہ گہرتا بانی
رشک سے کوثر و تسنیم ہیں پانی پانی
شانِ معبودی زاہد انھیں گلزاروں میں
نظر آجاتی ہیں بے منتِ تقوائے حوریں

تفریح

ان ہر دو باغات کے چشمے آفتاب کی روشنی میں نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

ہارون کی طرف اب چشم تمنا ہے رواں
جس کے سینہ میں ہے اک چشمۂ کہسار نہاں
تشنہ لب دارِ خلافت کو ہے یہہ آب رساں
آنگیرا ایسے سخی ملتے ہیں دنیا میں کہاں
دیکھ لینی اگر اس چشمہ کا پانی شیریں
جوئے شیر اپنی زباں پر نہیں لاتی شیریں

تصریح

ہاروان ایک خوبصورت قدرتی تالاب ہے جو سایہ دار درختوں کے کنارے پر واقع ہے اسمیں ایک پہاڑی چشمے سے پانی پہونچتا ہے جو کہ نہایت صاف اور خوشگوار ہے اس تالاب سے پانی ہر وقت بہتا ہوا ایک چشمہ کی شکل میں جاری ہے اور اسی تالاب سے سرینگر میں پانی پہنچانے (Water Works) کا انتظام کیا گیا ہے ✤

راہ مسدود ہے آگے نہیں یارائے گذار
کہ ہے اس جا شہ ذیجاہ کا صحرائے شکار
اس کے چشموں کا میسر نہ ہوا جب دیدار
جانب شہر پھرا دیدۂ مضطر ناچار
قصد اچھے بل کا کیا از رہِ اسلام آباد
لے گیا مخرجِ جہلم پہ خیالِ آزاد

تصریح

ہارون کے آگے راستہ بند ہے ایک وسیع جنگل ہے جو کہ خاص شاہی شکارگاہ ہے کہا جاتا ہے کہ اس جنگل میں پانی کے چشمے بکثرت ہیں یہاں سے واپس ہو کر کہیں دوسری جگہ جانے کے واسطے پھر سرینگر آنا پڑتا ہے۔ سرینگر سے جو رستہ اسلام آباد ہو کر اچھے بل کو جاتا ہے وہی سیدھا کھنہ بل پہنچتا ہوا جہلم کے مخرج کو گیا ہے جسکو ویری ناگ کہتے ہیں۔

اسلام آباد کا دوسرا نام اننت ناگ ہے جو کہ ویری ناگ سے قریب پندرہ میل کی دوری پر ہے۔

پھر اب پائے سبک دیکھ نگاہِ بیباک

سامنے آنکھ کے ہے آبِ عمیقِ ویرناگ

اس کا غواص میسر نہیں زیرِ افلاک

ڈوب جاتے ہیں یہاں بحرِ سخن کے تیراک

حیرت انگیز ہے یہ شعبدہ دستِ سلیم

کر دیا چشمۂ ویرہ کو محکومِ حریم

تشریح

ویرناگ پرانا نام ویری ناگ کا ہے یہاں پہاڑی زمین سے ایک زوردار چشمہ پانی کا نکلتا ہے۔ شاہ جہانگیر نے اس کے چاروں طرف ایک پختہ تالاب اور چبوترہ بنوا دیا اور چبوترہ کے ارد گرد چہار دیواری بھی تعمیر کرائی ہے یہ تالاب ۵۰ فیٹ گہرا ہے دیواروں میں نصب کردہ پتھروں پر دو تاریخیں کندہ ہیں جنکے مصرعہ جات "تاریخ حسب ذیل ہیں

(۱) قصر آباد و چشمۂ ویرناگ (۱۰۲۹ھ) (۲) از چشمۂ بہشت بروں آمدست جوے۔

دوسری تاریخ کے پورے مصرعے کے اعداد ۱۸۴۵ ہوتے ہیں۔ اگر "چشمۂ بہشت" کے اعداد سے "جوے" کے اعداد نکال دیے جاویں تو ۱۰۳۶ ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ عمارت کے مختلف حصے مختلف سن ہائے میں تعمیر ہوئے ہوں!!

کوئی اِس جامِ جہانگیر سے پی کر دیکھے
آبِ انگور نہ رکھتا ہو زباں پر جس نے
یہہ وہ پانی ہے کہ اک گھونٹ کے پیتے پیتے
صاف دُھل جاتی ہے گردِ غمِ دوراں دل سے
ہو کے لبریز چھلکتا ہے یہہ ساغر ہردم
دیکھ لے دیدۂ مخمور یہی ہے جہیلم

تصریح

مسافت طے کر کے جب کوئی ویری ناگ کے قریب پہونچتا ہے تو اوسکا پانی پیتے ہی تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ اس تالاب کے ایک کنارے پر پانی نکلنے کا راستہ بنا ہے جس سے ہر وقت پانی جاری رہتا ہے یہی دریائے جہیلم ہے ؛

مرحبا تیری الوالعزمیٔ فطرِ جہلم

متحیّر ہے جسے دیکھ کے چشمِ عالم

اس لئے کھینچ لیا دامنِ وُولر سے قدم

ظرفِ محدود کے حامی نہیں اربابِ ہمم

صاف بتاتی ہے یہ تیری ادائے رفتار

کہ ترے پیشِ نظر ہے کوئی بحرِ زخّار

تصریح

دریائے جہلم اپنے مخرج ویری ناگ سے نکلکر سرینگر ہوتا ہوا آگے چلکر ایک جھیل میں گرجاتا ہے جس کا نام وولر (Wular) ہے وولر ہندوستان کی سب سے بڑی جھیل ہے۔ وولر میں گرکر پھر یہ دریا زاویہ قائمہ بناتا ہوا نکل آتا ہے اور بہتا ہوا پنجاب میں چلا جاتا ہے۔ بعدہٗ دریائے سندھ میں ملکر بحرِ عرب میں گر جاتا ہے ؏

راست رفتار کبھی اہلِ طریقت کی طرح

کج روی پر کبھی مخمورِ رعونت کی طرح

کف بہ لب ہے کبھی سرشارِ حکومت کی طرح

پا بہ زنجیر کبھی مجرمِ الفت کی طرح

دلِ پُر درد کی صورت کبھی سرگرمِ خروش

کبھی مانندِ لبِ غنچہ دہاناں خاموش

راہ ہموار کہیں فرشِ گلستاں کی طرح

کہیں سنگیں ہے گذر جادۂ عرفاں کی طرح

ہے عمیق آب کہیں طبعِ سخنداں کی طرح

کہیں اُتھلا ہے مگر وعدۂ خوباں کی طرح

آبِ شفاف ترا رشک دہِ عارضِ حور

ہے رواں شام و سحر صورتِ چشمِ مہجور

جب ملا دیدۂ جویا کو اچھے بل کا نشاں
جا کے گلزار میں دیکھی وہ حسین جوئے رواں
چاکِ عنبرا سے نکلتی ہے جو افتاں خیزاں
ساکنِ قاف ہو جسطرح کوئی رقص کناں

کیا بیاں ایسے چمن زار کی ہو رعنائی
جس کے ہر پھول کو ہے فخرِ جہاں آرائی

تشریح

سرینگر سے اسلام آباد ہوتے ہوئے اچھے بل مقام کو جاتے ہیں کیونکہ یہہ جگہ صدر رستہ سے شکستہ ہے یہاں ایک نہایت خوشنما باغ ہے۔ اس باغ میں یہ خصوصیت ہے کہ اوسکے دیوار کے قریب باغ کے اندر ہی ایک پانی کا چشمہ زمین سے نکلتا ہے جو باغ کے اندر سے گذرتا ہے۔ یہہ باغ جہاں آرا بیگم دخترِ شاہجہاں بادشاہ کا بنوایا ہوا ہے ؞

مارتنڈ اپنے ہوا خواہ سے کرتا ہے بیاں

"تھی ضیا بخش اسی مندر کی جبینِ تاباں"

"شاہدِ شوکتِ ماضی ہیں ستونِ ذیشاں"

"خستگیں جن پہ ہیں اب دیدۂ برق باراں"

"سنگِ در سے ہی عیاں صنعتِ تعمیرِ سلف"

"دیکھ ٹوٹے ہوئے آئینہ میں تصویرِ سلف"

تشریح

اچھے بل سے آگے مٹن مقام کو جاتے ہوئے مارتنڈ آتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اسکی تعمیر میں یہ صنعت تھی کہ ستارو کی روشنی مندر پر پڑ کر قرب و جوار میں پھیلتی تھی۔ یہ مندر اب شکستہ حالت میں ہے اس کی چھت بالکل مسمار ہو گئی ہے مگر بلند ستون اور دہلیز کے پتھر جن میں خوشنما نقش و نگار ہیں ابتک موجود ہیں۔ یہ مندر راجہ رام دیو نے بنوایا تھا جسکو زمانہ ۴۰۰ ہم سال کا گزرا۔ اس کی بلندی سے چاروں اطراف کا منظر نہایت دلکش نظر آتا ہے۔

لے چلی سوئے پہلگام ہوائے پرکیف
لہلہاتے ہوئے سبزوں کی ادائے پرکیف
مہرافروختہ چشموں کی صفائے پرکیف
روح پرور لبِ دریا کی صدائے پرکیف
نظر آتے ہیں سرافراختہ ہر سو کہسار
بہرِ خدمت ہیں کمربستہ ہجومِ اشجار

تشریح

ٹن سے آگے سیدھی سڑک پہلگام کو لیجاتی ہے جو
ایک نہایت دلاویز پرفضا مقام ہے۔ سبزہ زار اور چشمے
ہرطرف ملتے ہیں اور ایک دریا اسکے کنارے پر جاری ہے
جس سے ہروقت آواز آتی ہے کیونکہ پانی پتھروں سے
ٹکراتا ہوا گذرتا ہے ؎

دوشِ کہسار پہ ہیں پارۂ برفِ سیمیں
یا کہ ہیں جلوہ نما کوئی بتِ قاف مکیں
پڑتی ہیں مہر کی ان پر جو شعاعیں زریں
خیرہ ہو جاتی ہے نظارہ سے چشمِ بدبیں
بادِ کہسار سے وہ سحر عیاں ہوتے ہیں
دلِ پیرانِ کہن سال جواں ہوتے ہیں

تصریح

پہاڑوں پر جمی ہوئی برف نظر آتی ہے
برف کو چمکتے ہوئے سورج کی کرنیں اور بھی خوبصورت
اور تاباں بنا دیتی ہیں اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے
آنکھ کی نگاہ دھندلی پڑ جاتی ہے جسکو Snowblindness
کہتے ہیں اور یہ شکایت بغیر علاج کے دور نہیں ہوتی ؂

کیمیا داں نے اُزون اسکی ہوا میں پایا
جس کا آزاد وجود اسکے تخیّل میں نہ تھا
اس حقیقت سے نہ تھی باخبر اب تک دنیا
دہر کو مژدۂ جاں بخش یہہ دیتی ہے ہوا
نبضِ بیمار روادارِ مدارا نہ رہے
منّت آلودۂ انگشتِ اطبّا نہ رہے

تصحیح

پہلگام کی ہوا میں سائنس داں اشخاص نے اُزون گیس (ozone gas) کا موجود ہونا دریافت کیا ہے۔ ابتک خیال تھا کہ اُزون (ozone) آزاد حالت (Free state) میں نہیں رہ سکتا۔ اس کی موجودگی سے پہلگام کی آب و ہوا نہایت تندرستی بخش ثابت ہوئی ہے۔

خیمہ افگن جو یہاں بہرِ دوا ہوتے ہیں

ہم اونکے لئے اسبابِ شفا ہوتے ہیں

معدۂ سست طلبگارِ غذا ہوتے ہیں

خود بخود سانس کے امراض ہوا ہوتے ہیں

کیوں نہ اس آب و ہوا پہ کوئی شیدا ہو جائے

دل کا بیمار بھی آجائے تو اچھا ہو جائے

تصریح

پہلگام میں اکثر لوگ خیمے لگا کر تندرستی کے واسطے رہتے ہیں اور اسکی آب و ہوا سے بغیر کسی دوا کے استعمال کئے ہوئے تندرست و توانا ہو جاتے ہیں

نظر آتی ہے اب آگے رہِ دشوار گذار
تول کر جس پہ قدم رکھتے ہیں چابک رہوار

تہ و بالا نہ ہو کیوں دیکھ کے قلبِ اسوار
اک طرف قعرِ مہیب اک طرف اوجِ کہسار

شوق سے اس پہ گذرتے ہیں گذرنے والے
عظمتِ نامِ امرناتھ پہ مرنے والے

تصریح

پہلگام سے ایک راستہ امرناتھ کو گیا ہے یہ راستہ بعض جگہ بہت تنگ ہے جسکو لوگ اکثر گھوڑوں پر طے کرتے ہیں جو کہ سوار کو بہت ہوشیاری سے لیجاتے ہیں اس راستہ پر اکثر جگہ ایک طرف بہت نشیب ہے اور دوسری طرف پہاڑ کی بلندی ہے ؏

بر سرِ راہ قدم روک کے چندن واڑی
کوئی دیکھے کفِ قدرت کی مُرصّع کاری
برف کا جسمِ خنک بر سرِ آب جاری
بے اثر جس پہ ہے خورشید کی آتش باری
اس طرح آبِ ذرہ افشاں ہے چمکتی ہے جبیں
ذرہ اشیدہ کوئی جس طرح خشتِ سیمیں

تصریح

پہلگام سے قریب ۱۰ میل چلکر ایک جگہ پڑتی ہے جس کا نام چندن واڑی ہے یہاں فرش زمین پر ایک بڑا حصہ برف کا ملتا ہے جو دور تک پُل کی شکل میں چلا گیا ہے اس برف کے نیچے ایک چشمہ پانی کا رواں ہے یہ برف موسم گرما میں نہیں پگھلتا ہے اس پُل کے دونوں کنارے یعنی جہاں چشمہ داخل ہوتا ہے اور جہاں سے نکلتا ہے نہایت صاف اور چمکدار ہیں ؎

شیش ناگ اہلِ عقیدت کو یہہ دیتا ہے نوید

"کہ ہے اب زیرِ قدم دارِ نشاطِ جاوید"

"نظر آنے کو ہے پانی میں رخِ صبحِ امید"

"ہوگیا مادرِ گیتی کے کفِ پا سے سپید"

"پنج ترنی سے گذرنا بھی ہے اک فرضِ حیات"

"روح کو دورِ تناسخ سے جو پانا ہو نجات"

تصریح

چندن واری سے آگے شیش ناگ جگہ ہے جہاں سے امرناتھ کا مندر قریب ۱۲ میل کے رہجاتا ہے اسکے آگے پنج ترنی مقام ہے جہاں کہ پانچ ندیاں بہتی ہیں جو آگے چلکر دریائے سندھ میں ملجاتی ہیں یہ سندھ دریا پنجاب والا دریائے سندھ نہیں ہے اسکے آگے چلکر امرناتھ کے قریب امر گنگا نامی دریا ملتا ہے جسکے پانی میں ایک پہاڑی شے (Gypsum) پائی جاتی ہے جس سے کہ پانی کا رنگ سفید ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کشمیر پیشتر ایک بہت بڑی جھیل تھی۔ ماہران علم طبقات الارض (Geologists) اس کی تائید کرتے ہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس جھیل میں ماتا پاربتی سیر کیا کرتی تھیں اور برہما کے پوتے کشیپ نے جھیل کے بجائے زمین قابل بود و باش پیدا کر دی جسکی وجہ سے اسکا نام کشیپ مر ہو گیا جو اب کشمیر کہلانے لگا۔

اہلِ دل کو نہیں اس راہ میں احساسِ خطر
کہ ہیں سرگرمِ سفر برف کے کہساروں پر
ہو گیا ختم رہِ کوہ و بیاباں کا سفر
بے گماں منزلِ مقصود ہے اب پیشِ نظر
جستجو آنکھ کو تھی جسکی وہ منظر ہے یہی
زینتِ کوہ امرناتھ کا مندر ہے یہی

تصریح

پنج ترنی کے قریب برف کا بہت وسیع میدان ہے جس پر کہ قریب پانچ میل تک چلنا پڑتا ہے۔ یہ برف تمازتِ آفتاب سے ملائم ہو کر نہایت خطرناک ہو جاتا ہے۔ اسلئے لوگ اس پر صبح کو گذر جاتے ہیں۔ پنج ترنی سے پانچ میل چلکر پہاڑ کی گپھا میں امرناتھ کا مندر ہے۔

برف سے ساکنِ کیلاش کی مُورت کی نمود
سر جھکاتے ہیں جسے پاسِ عقیدت سے ہنود
جمع ہوتے ہیں جو ساون میں یہاں بہرِ سجود
دیکھتے ہیں مہِ کامل سے مکمّل یہہ وجود
ہو اگر گرمِ تجسس کوئی چشمِ بینا
نظر آتے ہیں یہاں گوشہ نشینِ اہلِ صفا

تصریح

پہاڑ کی گپھا کے اندر ایک برف کی مورتی نظر آتی ہے جسکو ہنود مہادیوجی کی پنڈی سمجھتے ہیں اور اوسکے درشن کے واسطے ماہ ساون میں امرناتھ جایا کرتے ہیں - یہ مورتی برف کے قطروں سے جو کہ پہاڑ سے ٹپکتے ہیں بنجاتی ہے - ہر پورنماشی کو یہ مورتی پوری ہو جاتی ہے اور اسکے بعد پندرہ روز تک کم ہوتے ہوتے قریب قریب غائب ہو جاتی ہے پھر اماوس کے بعد بڑھتے بڑھتے پورنماشی تک پوری ہو جاتی ہے -

راہِ دیگر سے کولاہی کا ملا برفستاں
اوج پر جس کے پھسلتا ہے سبک پائے شباں
بے بہا ہے یہ ہوا بہرِ دماغِ انساں
امتیازِ حق و باطل کا ہے گویا ساماں
کوہ کن کوہ کنی کو ادھر آتا جو کہیں
قولِ باطل پہ گنواتا نہ وہ جانِ شیریں

تشریح

پہلگام سے دوسرا راستہ کولاہی کو گیا ہے یہ جگہ سمندر کی سطح سے ۰۰ھ۷ اینچ کی بلندی پر ہے جس پر اکثر چرواہے بھیڑیں چراتے ہوئے نظر آتے ہیں جو اونچائی پر آسانی سے چڑھ جاتے ہیں راستہ کی فضا نہایت خوشنما اور ہوا نہایت لطیف ہے۔

وادیٔ سندھ کی دلکش نظر آتی جو زمیں
گاندھربل میں ہوا پائے رواں خیمہ گزیں
موجِ دریا سے سنا نغمۂ بہجت آگیں
دیکھ لے کھیر بھوانی کی فضائے شیریں
چار سو چشمۂ پُر فیض ہے صحت کے لئے
آبِ معبد متلوّن ہے نصیحت کے لئے

تشریح

سرینگر سے ایک راستہ پورب اوتر کی جانب گیا ہے جس سے لوگ وادیٔ سندھ (Sind valley) کے مناظر دیکھنے جاتے ہیں۔ گاندھربل ایک مقام دریا کے کنارے پر واقع ہے جہاں لوگ خیمہ لگا کر قیام کرتے ہیں۔ گاندھربل سے ایک راستہ کھیر بھوانی مقام کو گیا ہے جہاں ایک مندر بنا ہے اور چاروں طرف پانی کا چشمہ رواں ہے۔ عقائد ہنود کے مطابق اس مندر کی زیارت سے بیمار لوگ صحت پاتے ہیں۔ اس مندر کے حوض کا پانی زمانہ کے طرح رنگ بدلتا ہے کبھی سرخ کبھی نیلا ہو جاتا ہے۔ جسکے بابت کہا جاتا ہے کہ کسی آنے والی ... بیماری، وبا یا جنگ و جدال سے غمازی کرتا ہے

قصدِ سُن مرگ ہے کیوں دیدۂ سیّاحِ جمال؟
آگیا کیا کسی رخسارِ طلائی کا خیال؟
کرچکا روئے زمیں پائے نظر سے پامال؟
نہ ملی دہر میں اس سبزۂ زرّیں کی مثال؟
دیکھ لے برف کے دریاؤں کا اندازِ خرام
نظر آتے نہیں سبزوں میں یہ سیمیں اندام

تصریح

گگانید ھربل کے آگے ایک مقام نہایت دلکش ہے سبزہ زار کی خولصبورتی اور سنہری رنگت کی وجہ سے اوسکو سن مرگ یا سونا مرگ (Golden meadow) کہتے ہیں۔ یہاں بلندی پر سے برف کے دریا (Glacers) آہستہ آہستہ حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مرغزاروں پہ فرسِ رانی ہے اب مدِّ نظر
مرکبِ دل ہے رواں صورتِ بادِ صرصر

سایہ افگن سرِ توسن پہ ہیں سرسبز شجر
پیشِ شبدیز ہے دامانِ زمینِ اخضر

سوئے گلمرگ اٹھائی تھی عنانِ رہوار
لے چلا جانبِ صحرا یہ سمندِ سیّار

تشریح

سری نگر سے مقامِ تنگ مرگ تک موٹر کا راستہ ہے۔

تنگ مرگ سے گلمرگ تک قریب تین میل کا فاصلہ ہے۔

زیادہ تر گھوڑوں پہ یہ راستہ طے کیا جاتا ہے جو کہ نہایت سایہ دار اور سرسبز ہے۔ اس راستہ پر ایک جگہ سے نالہ فیروز پور کو جو ایک گھنا اور خوشنما جنگل ہے راہ گئی ہے۔

دیکھنا دشت میں ہے جذبۂ الفت کا نشاں

دیدۂ دل ہے سوئے نالۂ فیروز رواں

اسکی ہر موج میں سودائے جنوں ہے پنہاں

کہ سرِ راہ ہر اک سنگ سری ہے سر کوباں

قیس اگر آکے یہاں دشت نوردی کرتا

پھاڑ کر پردۂ محمل نکل آتی لیلا

تصریح

نالۂ فیروز پور کے جنگل میں ایک پہاڑی چشمہ رواں ہے جو پتھروں سے ٹکراتا ہوا دونوں طرف کے سایہ دار کناروں کے درمیان تیزی سے بہتا ہوا چلا جاتا ہے چشمے کے کنارے پر لوگ اکثر قدرتی خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں

طے کیا دامنِ صحرا پئے گلمرگ شتاب

جس کے دیدار سے ہے کشتِ تمنا سیراب

برف پروردہ ہوا سے یہ زمیں ہی شاداب

فرحتِ دل کے نظر آتے ہیں ہر سو اسباب

فرشِ مینا پہ اداکار ہیں گوی و چوگاں

رقصِ طاؤس دکھاتے ہیں سمندِ خوباں

تصریح

فیروز پور نالہ سے گھوم کر راستہ پھر گلمرگ کو گیا ہے۔ گلمرگ ایک نہایت خوبصورت مقام ہے جہاں برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں کی چوٹیاں انسان کے دل کو تازگی بخشتی ہیں۔ اس کے میدانوں پر مختلف کھیل ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ٹینس (Tennis)، پولو (Polo) اور گولف (Golf)۔ یہاں گھوڑے کی سواری ایک عام تفریح ہے۔

سبزہ زاروں پہ خراماں ہیں حسینانِ دیار
یا زمیں پہ ہے رواں حسن کا زیبا گلزار
غنچۂ نیم شگفتہ بھی ہیں گلگوں رخسار
دیکھ لی ہر گلِ خوش رنگ میں اک تازہ بہار
اب رواں مرکبِ آہنگ ہے الپتھر کو
ہمعناں ہو کوئی پہلو میں جو دل رکھتا ہو

تشریح

گلمرگ میں ہر قوم اور ملک کے لوگ خصوصاً اہل یورپ نظر آتے ہیں۔ یہاں کی ہوا کی تاثیر سے چہروں کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے یہاں کی زمین انواع و اقسام کے پھول پیدا کرتی ہے۔

گلمرگ سے قریب بارہ میل چاپکدا ایک جگہ ہے جس کا نام الپتھر ہے اور اس مسافت کو زیادہ تر لوگ گھوڑوں پر طے کرتے ہیں مگر کئی میل پیدل بھی چلنا پڑتا ہے۔

سخت تر ہے رہِ الفت سے رہِ الپتھر
سنگِ خارا پہ کبھی برف کے سینے پہ گذر
لے گیا کوہِ فلک اوج پہ قلبِ مضطر
اک حسین جھیل کا آیا رُخِ پُر نور نظر
جامۂ برف میں رہتی ہے یہ سیمیں رخسار
سیم تن سیم تبیں سیم ضیا سیم کنار

تشریح

الپتھر کا راستہ بہت تکلیف دہ ہے۔ راستہ میں کئی جگہ برف پر بھی چلنا پڑتا ہے۔ یہ جگہ سمندر کی سطح سے ۱۴۵۵۰ فیٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پر ایک نہایت خوبصورت جھیل نظر آتی ہے جس کے کنارے موسم گرما میں بھی برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔

برف پاروں کا سرِ آب خرامِ زیبا
سرد مہری کا جمائے ہوئے دل پر سکّا
بن گئے ہیں دلِ خوبانِ جہاں کا نقشا
گرمئ مہر سے ان کو نہ پگھلتے دیکھا
سامنے آنکھ کے جب آتے ہیں نیکو منظر
دل سے ہوتے ہیں فراموش صعوباتِ سفر

تصریح

الپتھر کی جھیل کے پانی پر موسم گرما میں بھی برف کے ٹکڑے تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا منظر نہایت دلکش ہے۔

زعفراں زار کی خوبی نہ بیاں ہو کب تک
جس کے ہر پھول میں ہے لعلِ بدخشاں کی جھلک
ہمسر اس کا کوئی پیدا نہ ہوا زیرِ فلک
کھلتے ہی پھیل گئی گلشنِ عالم میں مہک
فرطِ بہجت سے لبِ لال بھی خنداں دیکھا
رشک سے زرد رخِ مہرِ درخشاں دیکھا

تصریح

کشتِ زعفران کشمیر کی ایک عجائبات ہیں۔ اُنکی زمین نہایت قیمتی ہوتی ہے۔ زعفران کا پودہ بہت بڑا نہیں ہوتا۔ اسمیں جو پھول آتا ہے اوسکی چاروں طرف کی پنیاں کاسنی رنگ کی ہوتی ہیں اور بیچ میں تین ریشے نکلے ہوئے ہوتے ہیں ان ریشوں میں سب سے اوپر کا سرا سُرخ رنگ کا ہوتا ہے یہی اصلی زعفران ہے درمیانی حصہ بسنتی رنگ کا اور نیچے کا حصہ سفید ہوتا ہے مشہور ہے کہ زعفراں زار کو دیکھ کر بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ زعفران کی پیداوار ماہ کاتک یعنی اکتوبر میں ہوتی ہے*

سیبِ کشمیر سے ہے حسنِ زنخداں کی اساس
شکلِ بادام سے ہے چشمِ غزالاں میں ہراس
لائے کیا تابِ مسافت تنِ نازکِ گلاس
کہ ہے پیغامِ اجل ترکِ وطن کا احساس
بادہ سازی کی ہے ہر خوشۂ انگور کو تاک
جس سے ہوتے ہیں بسا دامنِ توبہ صد چاک

تصریح

گلاس کشمیر کا ایک پھل ہے جو ماہِ مئی و جون میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ پھل کئی قسم کا ہوتا ہے سب سے اچھی قسم کا گلاس گلابی رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ ایک لذیذ اور خوش ذائقہ میوہ ہے۔ جو جگر کے فعل کو خاص طور سے مفید ہے۔ گلاس بہت نازک پھل ہے اس کا کشمیر سے بھیجنا ناممکن ہے کیونکہ باہر جاتے ہی خراب ہو جاتا ہے:

کر سکی چشمِ سخنور نہ مناظر کا شمار
ہو گئی خطۂ زیبا کے صنائع پہ نثار

کارِ چوبی کے کبھی دیکھتی ہے نقش و نگار
ہے کبھی نقرئی ساماں کی نفاست سے دوچار

ترجمانِ لبِ مفلوک ہے پیپر میشی
پہنے ہیں جام و سبو پیرہنِ فریادی

تصریح

کشمیر کی صنعتیں مشہور ہیں۔ بالخصوص لکڑی اور چاندی کا کام نہایت خوبصورت بنتا ہے۔ پیپر میشی بھی یہاں کی ایک دستکاری ہے۔ رنگین کوٹے ہوئے کاغذ سے مختلف اشیاء مثلاً قلمدان۔ ڈبے پیالے سبوچہ وغیرہ کاغذ کے بنائے جاتے ہیں جو کہ بہت خوشنما ہوتے ہیں دستکار لوگ زیادہ افلاس زدہ نظر آتے ہیں۔

اہلِ کشمیر ہنرمند ہیں مشہورِ جہاں
کارِ ابریشم و پشمینہ ہیں یکتائے زماں
بے زری سے ہے مگر جامۂ تن گرد افشاں
اشکِ کہسار اسی غم میں ہیں چشموں سے رواں
شدتِ سوز سے پتھر بھی گھلا جاتا ہے
پانی بن بن کے دلِ کوہ بہا جاتا ہے

تصریح

ریشم اور پشمینہ کا کام کشمیر میں لاجواب بنتا ہے۔ ریشم کی فیکٹری خاص سری نگر میں ہے۔ ادنیٰ نمدے۔ گبا وغیرہ دور دور کے ملکوں میں جاتے ہیں۔ ایک کپڑا شاہ توش ایسا نازک اور ملائم بنایا جاتا ہے کہ پورا تھان ایک انگوٹھی کے دائرہ میں سے کھینچ کر نکالا جا سکتا ہے۔

اک نظر دیکھ لے کشمیر جو چشم انساں
دارجیلنگ نہ شملہ کا رہے پھر ارماں
نینی تال اور مسوری ہیں یہہ منظر ہیں کہاں
کسی کہسار میں دیکھا نہ یہہ چشموں کا سماں
کہیں چشمہ بھی اگر ہے تو یہہ پانی ہی نہیں
غیر چشموں میں یہہ پانی کی روانی ہی نہیں

تصریح

دارجیلنگ شملہ نینی تال اور مسوری ہندوستان کے مشہور و پُر فضا پہاڑی مقامات ہیں۔

ہمسری کا سوئزرلینڈ کو ہے وہم وگماں

معترف اسکا ہے اب دیدۂ سیاحِ جہاں

خوبی وحسن میں کشمیر ہے یکتائے زماں

روحِ دل روحِ جگر روحِ نظر روحِ رواں

زاہد اس جنتِ دنیا کو ذرا دیکھ تو لے

جنتِ حور خدا جانے ملے یا نہ ملے

تصریح

سوئزرلینڈ (Switzerland) یورپ (Europe)

کا ایک خوبصورت چھوٹا سا پہاڑی ملک ہے۔

بانہال اوج سے اب قصد ہے سوئے جموں

نظر آتا ہے ہر اک فرشِ زمیں بوقلموں

گردِ کلفت سے نہ ہو رنگِ رخِ کلک زبوں

مل گیا راہ میں گلگونۂ روئے مضمون

کھینچ گئی برسرِ قرطاس مکمل تصویر

چشمِ عالم کو مبارک ہو جمالِ کشمیر

تصریح

سرینگر سے جاتے ہوئے راستہ میں ایک مقام بانہال پڑتا ہے جو سمندر کی سطح سے ۹۰۰۰ فیٹ کی بلندی پر ہے یہاں سے دور تک کشمیر کا منظر نظر آتا ہے اور زمین پر سبزہ زار اور انواع و اقسام کے درختان اپنی اونچائی سے نہایت دلکش نظر آتے ہیں مقام جموں پر ریاست کشمیر کی حد ختم ہو جاتی ہے

جب تک افلاک پہ روشن ہیں رخِ شمس و قمر

ہند کے سر پہ چمکتا رہے یہ تاجِ گہر

شکلِ خورشید درخشاں رہے روئے انور

نہ کبھی دیدۂ بدخواہ کو ہو تابِ نظر

فرقِ شاہی پہ رہے سایۂ دستِ یزداں

دُرِ مقصد سے بھرے ہر کہ و مہ کا داماں

تشریح

کشمیر ہندوستان کے شمالی سرحد پر سب سے اونچا آبادی کا ایک خوبصورت مقام ہے اور ہندوستان کے "تاج" کہے جانے کا مستحق ہے۔

دیکھکر پیکرِ کشمیر کی زیب و زینت
کھینچ دی خامۂ سیّاح نے رنگیں صورت
اب تو ہوتے ہیں شریفِ اہلِ سخن سے رخصت
کہ ہے بیروں زِ گماں مُلکِ سخن کی وُسعت
فضلِ اُستادِ ازل۔ فیضِ مسیرِ مرحوم
بن گیا تحفۂ ناچیز پئے دارِ علوم

تصریح

مصنف کے اوستادِ مکتب جناب مولوی محمد حاجی صاحب مسیرؔ فرخ آبادی زبانِ فارسی کے عالم اور اردو کے ممتاز شاعر تھے جن کے انتقال کو قریب تیس سال ہوئے۔ جناب مسیرؔ فرخ آباد کے مشہور شاعر منشی صغیرؔ صاحب کے شاگرد تھے جنکو بحرؔ صاحب لکھنوی سے تلمذ تھا۔

منشی بابو رام ایڈوکیٹ

فرخ آباد

(یو۔پی)

بروکا پریس سرینگر میں باہتمام سردار سرینڈر سنگھ
بینیجر کے چھپا اور منشی بابو رام ایڈوکیٹ نے فرخ آباد
سے شائع کیا۔